© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

وہ لوگ جو مغربی تہذیب کے زیر اثر آچکے ہیں یا آرہے ہیں اُن کی زندگی کا اگر بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اُن کے ہاں خوف و ہراس کی ایک عام کیفیت پائی جاتی ہے۔ وہاں ہر متنفس اپنے آپ کو غیر محفوظ محسوس کرتا ہے اور اس بات کے لیے سخت کوشاں رہتا ہے کہ کسی طرح اپنی زندگی کو محفوظ و مامون بنائے۔ اس کی حرکات و سکنات اسی احساس کی غمازی کرتی ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ معاملہ صرف انفرادی زندگی تک ہی محدود نہیں بلکہ اُن کی حیاتِ اجتماعی بھی اسی قسم کے خوف سے گھری ہوئی ہے۔ اور اس بنا پر جس قسم کی حرکات ایک فرد کرتا ہے۔ اسی قسم کی حرکات ایک قوم سے بھی سرزد ہوتی ہیں۔

ممکن ہے ہماری اس گزارش پر کوئی صاحب یہ کہیں کہ جان و مال کی حفاظت کا جذبہ تو انسان کی فطرت میں شروع سے داخل ہے اور یہ چیز دورِ جدید میں کوئی نئی نہیں انسان نے جس دن سے دنیا میں جنم لیا ہے اُسی روز سے یہ احساس اُس کے اندر موجود چلا آرہا ہے۔ اسی جذبہ کے تحت اُس نے غاروں کی تلاش کی، مکانات تعمیر کیے، مختلف قسم کے اوزار و ہتھیار بنائے اور افواج کو ترتیب دیا۔ انسان اپنے تحفظ کے لیے ہمیشہ سے جد و جہد کرتا رہا ہے اور اسی جد و جہد نے اُسے ترقی کے بامِ بلند پر پہنچایا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس بات میں بلا شبہ ایک جزو صداقت کا بھی ہے لیکن یہ کہنا کہ جس نوعیت کا خوف و ہراس آج انسانوں پر طاری ہے وہ ماضی میں بھی تھا قطعاً صحیح نہیں۔ ایک انسان بھوک سے بچنے کے لیے زمین کا سینہ چاک کر کے اُس میں سے گندم اُگاتا ہے۔ اس کا یہ عمل اپنی ایک ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ہی ہے۔ لیکن آپ اُس شخص کی اس فطری ضرورت اور اس کی اس فطری جدوجہد کو اُس شخص کے ظالمانہ رویہ پر کس طرح قیاس کر سکتے ہیں جو پورے گاؤں کی فصل کو جبر و استبداد کے ساتھ اپنے گھر میں ڈال لیتا ہے اور گاؤں کے سارے لوگ ایک ایک دانہ سے ترستے رہتے ہیں۔ اسی طرح ایک قوم اپنی حفاظت اور پاسبانی کے لیے اپنی سرحدی چوکیوں پر فوج بٹھا دیتی ہے اس قوم کا یہ طرزِ عمل (اپنی) حد تک بالکل فطری اور مناسب ہے، دنیا کی ہر قوم کو اپنی آزادی کو غیروں کی دستبرد سے بچانے کا پورا پورا حق حاصل ہے لیکن اگر کوئی ظالم اور سفاک قوم کمزور قوموں پر برقِ خاطف بن کر گرے، ان کے امن کو برباد کرے، ان کے نوجوانوں کو موت کے گھاٹ اتارے، اُن کی عورتوں کی عصمت و عفت پر حملے کرے اور اُن کی دولت کو لوٹ کر اپنے ملک میں لے جائے تو اس کے بارے میں کوئی صاحبِ ہوش ایک لمحہ کے لیے بھی یہ باور نہیں کر سکتا کہ اُس کے یہ سارے ظالمانہ ہتھکنڈے صرف اپنی بقا کے لیے ہیں۔ ان میں کسی غیر کو ستانا مقصود نہیں۔

خوف انسان کی ایک فطری جبلت ہے اور اگر یہ اپنی جائز حد تک رہے تو اس میں قطعاً کوئی حرج نہیں، بلکہ اپنی فطری حد تک اس سے بسا اوقات تعمیری کام بھی لیے جا سکتے ہیں لیکن یہی جذبہ جب بھوک، پیاس، جنسی خواہش جیسے دوسرے داعیات کی طرح اپنی حد سے گزر جاتا ہے تو اس سے بہت خطرناک نتائج برآمد ہوتے ہیں پیٹ کو جس طرح معاشرت اور تہذیب و تمدن کی اساس بنانے سے ایک انتہائی بے حس اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آمرانہ نظام معرضِ وجود میں آتا ہے۔ جنسی خواہش کو انسانی فکر و عمل کا واحد محرک قرار دینے سے اخلاقی اقدار درہم برہم ہوتی ہیں، بالکل اسی طرح ڈر اور خوف کو انفرادی اور اجتماعی زندگی کی بنیاد بنانے سے افراد اور قوموں کے اندر پاگل پن کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو اُن کی زندگی کے فطری نظم کو زیر و زبر کر دیتی ہے۔ اس جذبہ کے تحت آ کر اُن سے ایسے افعال و اعمال سرزد ہوتے ہیں جن کی وجہ سے اُن کے سارے شعبوں میں ایک زبردست بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

اس جذبہ کے خوفناک نتائج کا ذکر کرنے سے پیشتر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم سب سے پہلے یہ دریافت کریں کہ دورِ جدید میں خوف و ہراس کی اس عام وبا کے پھیلنے کے کیا اسباب ہیں علم نفسیات کے ماہرین نے اس معاملہ میں جس قدر جستجو کی ہے وہ اسی ایک نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ خوف کی یہ غیر معمولی کیفیت مذہب سے بُعد اور بیگانگی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ انسان نے جس وقت سے اللہ تعالیٰ سے اپنے خالق، رازق اور معبود کی حیثیت سے رشتہ منقطع کر لیا ہے اُسی وقت سے اس کی زندگی مختلف قسم کے خطرات میں گھر گئی ہے جنہوں نے اس کے اندر عجیب و غریب نفسیاتی اُلجھنیں پیدا کر دی ہیں۔

انسان کے دیگر حواس کی طرح اُس کے اندر ایک حاسۂ عبودیت بھی رکھا گیا ہے۔ یہ حاسہ اُسے ہر لحظہ اس بات کی تلقین کرتا ہے کہ وہ اپنا سرِ نیاز کسی برتر قوت کے سامنے خم کرے، اُسی کی رحمت کا طالب ہو، اُس کے سامنے عزت و مال کے حصول کے لیے ہاتھ پھیلائے، اپنی خطا کاریوں پر اُس کے حضور میں نادم ہو اور اُس ذات سے عفو طلب کرے۔ جب اُس کی زندگی پر مصائب ہجوم کریں جن سے نبرد آزما ہونے کی وہ ہمت اپنے آپ میں نہ پاتا ہو تو اس بلند و بالا ہستی سے امداد کی درخواست کرے۔ اپنا مستقبل اسی ذات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ہاتھوں میں سونپے۔ یہ سب احساسات و جذبات انسان میں فطری طور پر ودیعت کیے گئے ہیں اور ان سے کوئی شخص بھی عاری نہیں رکھا گیا۔ یہ الگ بات ہے کہ ایک بت پرست عابد و معبود کے اس نازک تعلق کو بتوں کے ساتھ استوار کر لیتا ہے، ایک مادہ پرست مادّہ کو یہ ارفع و اعلیٰ مقام عطا کرتا ہے، دورِ جدید کا ایک شہری سیاست کے اندر اُلوہیت کی وہ شان پیدا کر دیتا ہے جو درحقیقت خداوند تعالیٰ کو زیب دیتی ہے۔ اور ایک مسلمان یہ رشتہ اُس ذات کے ساتھ باندھتا ہے جو فی الواقع اس کی مستحق ہے۔ اختلاف جو کچھ موجود ہے وہ احساسِ عبودیت میں نہیں بلکہ ذاتِ معبود میں ہے۔

سروری چونکہ اُسی ذات بے ہمتا کو زیب دیتی ہے جو اس کائنات کی خالق، مالک، مدبّر اور فرمانروا ہے اور باقی سب "بتانِ آذری ہیں"۔ اس لیے جن لوگوں نے بھی خداوند تعالیٰ سے اپنا رشتہ توڑ کر دوسرے بتوں سے جوڑا ہے اُن کی زندگی میں اختلال کا پیدا ہونا بالکل ایک قدرتی امر ہے اور اس اختلال کے مختلف مظاہر میں سے ایک مظہر خوف و ہراس بھی ہے۔ قرآن مجید نے مختلف مقامات پر اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مثلاً سورۂ یوسف میں ہے۔

اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ۔ (۱۲:۸۷)	اس کی رحمت سے تو بس کافر ہی مایوس ہوا کرتے ہیں۔

اسی طرح حٰم سجدہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو اہلِ ایمان کو نہ صرف آخرت میں ہر قسم کا سکون و اطمینان میسر ہو گا بلکہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ اُن کی دستگیری فرمائے گا اور انہیں ہر قسم کے خوف سے محفوظ و مامون رکھے گا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ	جن لوگوں نے دل و جان سے اس امر کا اقرار کر لیا کہ ہمارا رب اللہ ہی ہے اور وہ پھر اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ - نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ -

اس دعویٰ پر ثابت قدم رہے۔ اُن پر فرشتے نازل ہوں گے اور کہیں گے کہ تم نہ تو اندیشہ کرو اور نہ غم کھاؤ، اور جنت کی بشارت ہو جس کا (انبیاء علیہم السلام) نے تم سے وعدہ کیا تھا ہم اس دنیاوی زندگی میں بھی تمہارے رفیق تھے اور آخرت میں بھی (اس جنت) میں ہر وہ چیز موجود ہے جس کی تم خواہش کرو گے اور ہر وہ چیز حاضر کی جائیگی جس کے تم طلبگار ہو گے -

پھر سورۂ رعد میں نہایت واضح طور پر اس حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ اطمینانِ قلب جو خوف کی ضد ہے، ایک داخلی کیفیت کا نام ہے اس لیے اسے خارجی زندگی میں تلاش کرنا بالکل بے سود ہے۔ جو لوگ اس نعمتِ غیر مترقبہ کے متمنی ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ اپنے اندازِ فکر کو تبدیل کریں۔ عز و جاہ اور مال و متاع کی فراوانی اس معاملہ میں کوئی مفید نتائج پیدا نہیں کر سکتی۔ خوف و ہراس کو دُور کرنے والی چیز صرف یادِ الٰہی ہے انسان کے دل و دماغ میں جب تک محبت الٰہی جاگزیں نہیں ہو گی اس وقت تک اس کا دل خوف کی آماجگاہ بنا رہے گا اور جس لمحہ یہ نور اس کے سینے کو منور کرے گا اُسی لحظہ خوف و ہراس کے بادل چھٹ جائیں گے اور اُس کی زندگی شعاعِ امید سے جگمگا اٹھے گی۔ یادِ الٰہی خوف کو دُور کرنے کا واحد مجرب نسخہ ہے -

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

(۱۳ - ۴)

خبردار رہو! اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہُوا کرتا ہے۔

عہدِ حاضر کے انسان نے سب سے بڑی حماقت یہی کی ہے کہ اُس نے اطمینانِ قلب جیسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متاعِ گراں مایہ کو داخل میں تلاش کرنے کی بجائے خارج میں تلاش کیا ہے اور پھر اس کے حاصل کرنے کے لیے وہ اُن معبودانِ باطل کے آستانوں پر جھکا ہے جن کے ہاں یہ چیز نہ کبھی پہلے کسی کو ملی تھی اور نہ مل سکتی ہے۔ ایسے معبود جو خود خواہشات کے غلام ہوں، جن کا خمیر مادیت سے اٹھایا گیا ہو، جو زمان و مکان کے پابند ہوں، جنھیں حالات و واقعات کی ہر جنبش ہر آن تبدیل کرتی رہتی ہے جو اپنے حفظ و بقا کے لیے انسانی فکر و عمل کے محتاج ہوں۔ ان کے ہاں سے اطمینانِ قلب جیسی لطیف شے کا تلاش کرنا دیوانہ پن نہیں تو اور کیا ہے۔

اس "دیوانگی" میں یوں تو بعض لوگ شروع ہی سے مبتلا رہے ہیں لیکن اس نے ایک منظم تحریک کی صورت اُس وقت اختیار کی جب انسان نے بھاپ کے دیو کو مسخر کر کے اُس سے کام لینے کا ڈھنگ سیکھا۔ یہ تبدیلی چونکہ عالمِ اسباب میں واقع ہوئی اور اس سے اہلِ مغرب کو وقتی طور پر مادی خوش حالی بھی نصیب ہوئی اس لیے انہوں نے غلطی سے یہ فرض کر لیا کہ انسان کا حقیقی معبود صرف مادّہ ہے اور اس باطل معبود کی رحمت جب جوش میں آتی ہے تو وہ اپنا جلوہ انسانوں کو زر و پیدا آوری اور کثیر پیدا آوری میں دکھاتی ہے۔ فکر و نظر کی اس تبدیلی سے پھر ساری دنیا ہی بدل گئی۔ پرانے معابد کی جگہ نئے معابد تعمیر ہونے لگے۔ اخلاق کے مروجہ ضابطے باطل قرار پائے اور اُن کی جگہ اخلاق کے نئے نئے قوانین وضع ہوئے۔ اس "جدید مذہب" کی حفاظت اور پاسبانی کے لیے ایک نیا طبقہ معرض وجود میں آیا جو اگرچہ اپنے آپ کو بڑا آزاد خیال اور وسیع القلب کہتا ہے، لیکن اپنے معاملات میں انتہائی کم ظرف اور متعصب واقع ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یورپ کا موجودہ مذہب جس کی دلوں پر حکومت ہے وہ عیسائیت نہیں بلکہ مادہ پرستی ہے۔ مغربی نفسیات اور مغربی زندگی سے اس کی قدم قدم پر تصدیق ہوتی ہے۔ محمد اسد صاحب نے اپنی کتاب "اسلام چوراہے پر" میں اس حقیقت کو بڑی وضاحت اور صفائی سے بیان کیا ہے وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہتے ہیں :

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یورپ میں اس وقت بھی ایسے اشخاص پائے جاتے ہیں جو دینی طریق پر سوچتے ہیں اور مذہبی احساس رکھتے ہیں اور اپنے عقائد کو اپنی تہذیبی روح سے ہم آہنگ کرنے کی حتی المقدور کوشش کرتے ہیں لیکن یہ مستثنے مثالیں ہیں۔ یورپ کا عام اور متوسط آدمی وہ جمہوری ہو یا فاشستی، سرمایہ دار ہو یا اشتراکی، دستکار ہو یا دماغی محنت کرنے والا، وہ اب ایک ہی مذہب پر ایمان رکھتا ہے، وہ کیا ؟ مادی زندگی کی پرستش اور یہ عقیدہ کہ اس زندگی کی غرض وغایت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اس کو زیادہ سے زیادہ آسان اور پر راحت اور آزاد اور بے قید بنایا جائے۔ اس مذہب کے گرجے اور عبادت گاہیں کارخانے، رقص گاہیں، کیمیاوی دارالصنعت، تفریح گاہیں اور بجلی کے مراکز۔ اس مذہب کے پروہت بینکوں کے افسران، انجنیئر، اداکار عورتیں، فلم سٹار اور تجارت وصنعت کی بڑی بڑی مرکزی شخصیتیں اور ریکارڈ قائم کرنے والے ہوا باز ہیں۔ طاقت ولذت کی اس ہوس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ حریف گروہ سامان جنگ سے لیس اور پوری جنگی تیاریوں کے ساتھ ایک دوسرے کو تباہ و برباد کرنے کے لیے پر تولے رہتے ہیں تاکہ جب بھی ان کے مصالح اور خواہشات میں تصادم ہو تو وہ فوراً ایک دوسرے پر پل پڑیں۔ اور تہذیبی نقطۂ نظر سے انسانوں کا ایک ایسا گروہ معرضِ وجود میں آیا ہے جس کا عقیدہ ہے کہ نیکی اور اخلاق نام ہے عملی فائدہ کا اور اس کے نزدیک خیر وشر کا انتہائی معیار محض مادی کامیابی ہے[1]۔"

---

[1] ISLAM AT THE CROSS ROAD p 50.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے، اسی طرح تم لوگ بھی (حالتِ موت سے)

اپنے قول اور عمل سے اُن کی طرف رہنمائی نہ فرماتے۔

یہاں ذرا تھوڑی دیر ٹھیر کر منکرینِ حدیث کی اِس جسارت پر غور کیجیے کہ وہ "نماز پڑھنے" کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نماز جو آج مسلمان پڑھ رہے ہیں یہ سرے سے وہ چیز ہی نہیں ہے جس کا قرآن میں حکم دیا گیا ہے۔ اُن کا ارشاد ہے کہ قرآن تو اقامتِ صلوٰۃ کا حکم دیتا ہے، اور اس سے مراد نماز پڑھنا نہیں بلکہ "نظامِ ربوبیت" قائم کرنا ہے۔ اب ذرا ان سے پوچھیے کہ وہ کونسا نرالا نظامِ ربوبیت ہے جسے یا تو طلوعِ آفتاب سے پہلے قائم کیا جا سکتا ہے یا پھر زوالِ آفتاب کے بعد سے کچھ رات گزرنے تک؟ اور وہ کونسا نظامِ ربوبیت ہے جو خاص جمعہ کے دن قائم کیا جانا مطلوب ہے؟ (اِذَا نُودِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ) اور نظامِ ربوبیت کی آخر وہ کونسی خاص قسم ہے کہ اسے قائم کرنے کے لیے جب آدمی کھڑا ہو تو پہلے منہ اور کہنیوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پاؤں دھولے، اور سر پر مسح کر لے ورنہ وہ اسے قائم نہیں کر سکتا؟ (اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ ۔۔۔) اور نظامِ ربوبیت کے اندر آخر یہ کیا خصوصیت ہے کہ اگر آدمی حالتِ جنابت میں ہو تو جب تک وہ غسل نہ کر لے اسے قائم نہیں کر سکتا؟ (لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ ۔ ۔ ۔ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا) ۔ اور یہ کیا معاملہ ہے کہ اگر آدمی عورت کو چھو بیٹھا ہو اور پانی نہ ملے تو اس عجیب و غریب نظامِ ربوبیت کو قائم کرنے کے لیے اُسے پاک مٹی پر ہاتھ مار کر اپنے چہرے اور منہ پر ملنا ہوگا؟ (اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْھِکُمْ وَاَیْدِیْکُمْ مِّنْہُ) ۔ اور یہ کیسا عجیب نظامِ ربوبیت ہے کہ اگر سفر پیش آجائے تو آدمی اسے پورا قائم کرنے کے بجائے آدھا ہی قائم کرلے؟ (وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ) ۔ پھر یہ کیا لطیفہ ہے کہ اگر جنگ کی حالت ہو تو فوج کے آدھے سپاہی ہتھیار لیے ہوئے امام کے پیچھے "نظامِ ربوبیت" قائم کرتے رہیں اور آدھے دشمن کے مقابلے میں ڈٹے رہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جذبہ انتہائی طور پر ترقی کر چکا ہے۔"

مال و متاع کے متعلق اہلِ یورپ کا یہ جذبہ کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں بلکہ یہ وہ عالم عیان ہے جسے ہر شخص بڑی آسانی کے ساتھ محسوس کر سکتا ہے۔ اور اب تو یہ چیز صرف یورپ تک ہی محدود نہیں رہی۔ وہ قومیں جو مغربی تہذیب کے زیر اثر آئی ہیں یا آ رہی ہیں اُن میں بھی اس قسم کے تغیرات بڑی سرعت کے ساتھ پیدا ہو رہے ہیں اور ہر اُس شخص کو دعوتِ فکر دے رہے ہیں جو کچھ بھی سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ فکر و نظر کی اس تبدیلی سے ہمارے معاشرے پر جو اثرات نمایاں ہوتے ہیں وہ نوعیت کے اعتبار سے اُن اثرات سے پوری طرح ملتے جلتے ہیں جو یورپ میں گزشتہ صدی میں ظاہر ہوئے تھے۔ دولت اندوزی کا جنون، ہوسِ اقتدار، کثیر پیدا آوری اور زود پیدا آوری کے لیے وسیع و عریض منصوبے، خود غرضی اور نفس کی بندگی، ریاست کا غیر مسئول اقتدار، حکمران طبقے کا جاہ و جلال اور ایک فرد کی بے بسی اور درماندگی یہ سب اسی مادہ پرستی کے مختلف شاخسانے ہیں۔

مادہ پرستی کے ان رنگا رنگ مظاہر کے پس پردہ اگر جھانک کر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہاں خوف ہی مختلف شکلوں میں جلوہ گر ہے۔ اور جن کاموں کو ہم بڑے تعمیری کام سمجھتے ہیں اُن کے پیچھے بھی یہی جذبہ کارفرما نظر آئے گا۔ مثلاً آپ چاند کے سفر کا تجزیہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ انسان چاند کی طرف کچھ اس وجہ سے نہیں جا رہا کہ اُس نے اس زمین کے سارے مسائل کو اب بڑی خوش اسلوبی سے حل کر لیا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ دوسری دنیاؤں میں پہنچ کر اپنی قوتِ فکر و عمل سے انہیں جنت بنائے۔ اس دنیا میں ابھی اُس کی تگ و تاز کے لیے ایک وسیع میدان موجود ہے۔ سارے مسائل تو ایک طرف رہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ ابھی تک اپنی ساری دماغی صلاحیتوں کے باوجود فرد اور معاشرے کے درمیان صحیح توازن پیدا نہیں کر سکا۔ وہ جب فرد کو اہمیت دیتا ہے تو سرمایہ دارانہ نظام اپنی ساری قہرمانیوں کے ساتھ لوگوں پر مسلط ہو جاتا ہے اور اس کے برعکس جب وہ فرد کے مقابلے میں معاشرے کی اہمیت بڑھاتا ہے تو اشتراکیت کا دیوِ استبداد افراد کو اپنے آہنی پنجوں میں دبوچ لیتا ہے۔ انسان ابھی تک اسی الجھن میں گرفتار ہے اور اس سے مفر کی اُسے کوئی صورت بجز اس کے نظر نہیں آتی کہ وہ یہاں سے کسی دوسری دنیا میں بھاگ جائے۔

اس تہذیب نے اُسے اپنے مستقبل کے بارے میں اس قدر خوفزدہ کر دیا ہے کہ بقائے نوع کے لیے اُسے سوائے نسل کشی کے اور کوئی تدبیر نہیں سوجھتی۔ زمین اپنی ساری پہنائیوں کے باوجود اس پر تنگ ہوتی جا رہی ہے۔ شماریات کے ماہرین اُسے یہ مسلسل باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وسائلِ رزق اب اپنے اختتام کو پہنچ چکے ہیں اور اگر اس نے نوعِ بشری میں اضافہ کیا تو پھر اس کرۂ ارضی پر اس کا جینا محال ہو گا۔ آج کا انسان مایوسی کے اس عالم میں کبھی اسقاطِ حمل کو اپنی حکومت سے جائز قرار دلوانے کی کوشش کرتا ہے، کبھی حمل کو روکنے کے لیے زہریلی سے زہریلی ادویات استعمال میں لاتا ہے اور کبھی ساری عمر مجرّد گزارنے کے منصوبے بناتا ہے، لیکن اس کا ذہن اس حقیقت کی طرف منتقل ہوتے نہیں پاتا کہ جس خدا نے اُسے پیدا کیا ہے اُس نے اُس کے رزق کا سامان بھی مہیا کر دیا ہے۔ جس کرۂ ارضی کو وہ اپنے لیے اب انتہائی تنگ محسوس کر رہا ہے اُس کا حال یہ ہے کہ انسان نے اپنی ساری ہنرمندیوں کے باوجود اُس کے صرف $\frac{1}{4}$ حصّے سے نہایت محدود پیمانے پر استفادہ کیا ہے۔ یہ دنیا چھتیس کھرب ایکڑ زمین پر مشتمل ہے اور انسان اس وقت خوراک کے لیے تقریباً $3\frac{1}{2}$ کھرب ایکڑ رقبہ سے فائدہ اٹھا رہا ہے[1]۔ پھر زیرِ کاشت زمین میں بھی

---

[1] LET THERE BE BREAD; BY ROBERT BRIUAIN. p 15.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

توسیع و ترقی کے ابھی پورے امکانات موجود ہیں لیکن اس کے باوجود اس پر خوف وہراس طاری ہے۔

آج بدقسمتی سے قوموں کو زندہ رکھنے اور ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے سوائے خوف اور نفرت کے اور کوئی محرک نہیں رہا۔ چنانچہ قومی رہنما نفرت اور خوف کے ذریعہ ہی اپنی قوم کے جذبات برانگیختہ کرتے ہیں اور اس کے اندر مصنوعی ہیجان اور اشتعال پیدا کرکے اُسے عمل پر ابھارتے ہیں۔ پروفیسر جوڈ نے اس حقیقت کا بڑے واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

"وہ مشترک جذبات جنہیں آسانی سے برانگیختہ کیا جا سکتا ہے اور جو جمہور کی بڑی بڑی جماعتوں کو حرکت میں لا سکتے ہیں وہ رحم، فیاضی، اور محبت کے جذبات نہیں بلکہ نفرت اور خوف کے جذبات ہیں ... جو لوگ کسی قوم پر کسی مقصد کے لیے حکمرانی کرنا چاہتے ہیں وہ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک اس کے لیے کوئی ایسی چیز تلاش نہ کرلیں جس سے وہ نفرت کرے اور اس کے لیے کوئی ایسی شخصیت یا قوم نہ پیدا کرلیں جن سے وہ خوف زدہ ہو۔ اگر میں فی الحقیقت دنیا کی مختلف قوموں کو متحد کرنے کا آرزومند ہوں تو مجھے کسی دوسرے سیارے پر کوئی دشمن تیار کرنا ہوگا ۔ مثلاً چاند پر جس سے یہ سب قومیں ڈریں۔ اس بنا پر یہ قطعاً حیرت کی بات نہیں کہ اس زمانہ کی قومی حکومتیں اپنی ہمسایہ قوموں کے ساتھ معاملہ کرنے میں نفرت اور خوف کو ہی اپنا رہنما بناتی ہیں۔ انہیں جذبات پر ان سلطنتوں کے حکمرانوں کی ترقی کا دارومدار ہے اور یہی خوف و نفرت قومی اتحاد کی اساس بھی ہے۔"

© rasailojaraid.com